JOURNAL OF ACADEMIC RESEARCH FOR HUMANITIES
ISSN 2663-192x

HJRS Link: Journal of Academic Research for Humanities (HEC-Recognized for 2022-2023)
Edition Link: Journal of Academic Research for Humanities, 3(2) April-June 2023
License: Creative Commons Attribution-Share Alike 4.0 International License
Link of the Paper: https://www.jar.bwo.org.pk/index.php/jarh/article/view/221/version/221

بانو قدسیہ کے افسانے "توجہ کی طالب" کا نفسیاتی مطالعہ

A PSYCHOLOGICAL STUDY OF BANO QUDSIA'S SHORT STORY "TAWAJO KI TAALIB"

Author 1: **Dr. Tahir Nawaz**, Urdu Department, KIU, Gilgit Baltistan
Corresponding Author: **Dr. Ghulam Farida**, Urdu Department, IIU, Islamabad, Email:

Paper Information

Citation of the paper:
(APA) Nawaz. Tahir and Farida. Ghulam, (2023). A Psychological Study of Bano Qudsia's Short Story "Tawajo Ki Taalib". Journal of Academic Research for Humanities, 3(2), 33–38.

Subject Areas:
1 Urdu Literature
2 Humanities

Timeline of the Paper:
Received on: 05-04-2023
Reviews Completed on: 20-05-2023
Accepted on: 25-05-2023
Online on: 27-05-2023

License:

Creative Commons Attribution-Share Alike 4.0 International License

Recognized:

HJRS HEC Journal Recognition System

Published by:

BWO RESEARCHES (PVT) LTD PAKISTAN

Abstract

Bano Qudsia is a very prominent writer of Urdu fiction. She depicts the psychological conditions of human beings very clearly in her writings. Her short story "Tawajo ki Taalib" is a description of the psychological conditions of a person who is suffering from social inattention. Nusrat, the main character, suffers from an inferiority complex and deprivation due to her personal shortcomings. Nusrat's mother is also suffering from the same neglect. Both of these characters are waging psychological warfare to get attention from people. This article analyzes the psychological problems of these two characters in the context of human instincts.

Keywords: Bano Qudsia, Short Story, Tawajo Ki Taalib, Oedipus complex

انسانی شخصیت میں ہونے والی شکست وریخت کو اپنے افسانوں کا موضوع بناتی ہیں۔اس حوالے سے الطاف فاطمہ رقمطراز ہیں:

"بانو قدسیہ اپنے افسانوں میں انسانی نفسیات کو پیش نظر رکھتی ہیں۔ان کے افسانے نفسیاتی نہیں لیکن نفسیاتی عوامل افسانے کے تارو پود میں شریک رہتے ہیں۔ان کا قاری یہ محسوس نہیں کرتا کہ انھوں نے اپنی نفسیات قاری پر مسلط کرنے کی کوشش کی ہے۔انھوں نے انسانی ذہن اور فعل کو اکائی بنا کر پیش کیا ہے اور انسانی نفسیات تک ان کی رسائی اس حد تک ہے کہ ان کے افسانے پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایسے شخص سے سودا لے رہے ہیں جو ڈنڈی نہیں مارے گا" (الطاف، 2008ء،172)۔

افسانے میں نصرت کے کردار میں اِڑ اور فوق انا(Superego) کی مختلف صورتوں کو اس کے جبلی محرکات کے ساتھ جوڑ کر پیش کیا گیا ہے۔یہ کردار بچپن سے جس عدم توجہی کا شکار رہا ہے،اس نے اس کی شخصیت میں توجہ حاصل کرنے کے نفسیاتی رویوں کو جنم دینا شروع کر دیا۔ افسانے کا عنوان "توجہ کی طالب" بھی مرکزی کردار کے اسی جذباتی انحطاط کی عکاسی کرتا ہے۔نصرت کے آٹھ نامکمل عشق در اصل اس کی جبلت میں موجود جنسِ مخالف کی جانب فطری میلان کا اظہار ہیں۔یہ سارے عشق لاحاصل اور بغیر کسی جذباتی وارفتگی کے پایہ تکمیل کو پہنچے ہیں۔

"نصرت بچپن سے محبت کی متلاشی رہی ہے۔زندگی میں اس نے اگر کبھی کسی کو چاہا کسی کی توجہ حاصل کرنے کی کوشش کی تو جواب میں اسے ناآسودگی،احساس محرومی،تنہائی یا ٹھکرائے جانے کے ذلت آمیز احساس سے دوچار ہونا پڑا۔اس لیے اس نے اپنی جوانی کے آٹھ ناکام عشق کرنے کے بعد خود کو اپنی ذات کے حصار میں بند کر لیا" (اقلیمہ، 2015،114)۔

ہر تجربے کے بعد اسے ایک مختلف قسم کی بدنامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ آئندہ کے لیے محبت کے تجربے سے تائب نہیں ہوتی کیونکہ یہ اس کی جبلت یعنی اڈ کا اظہار ہے۔فرائیڈ نے اڈ کے بارے میں کہا تھا کہ یہ لاشعوری اور غیر اخلاقی ہے اور اس میں لطف

ابتدائیہ:

انسانی شخصیت کی تعمیر و تشکیل میں جہاں اس کے خارجی ماحول کا حصہ ہوتا ہے وہیں داخلی اور نفسیاتی عوامل بھی کارفرما ہوتے ہیں۔یہ نفسیاتی عوامل پیدائش سے لے کر زندگی کے ہر مرحلے پر فرد کے سماجی رویوں کی تشکیل کرتے ہیں۔ایک نارمل انسان کے سماجی تعلقات میں اس کے صحت مند رویوں کی جھلک واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔جبکہ غیر صحت مند شخصی رویے انسانی جذبات کے غیر فطری بہاؤ،مزاجوں کی عدم موافقت،اور سماجی عدم تحفظ جیسے مسائل کی نشان دہی کرتے ہیں۔انسانی زندگی پر نفسیاتی اثرات کی حاکمیت کو سمجھنے کی کوششوں کا آغاز بیسویں صدی میں فرائیڈ کے نظریات سے ہوتا ہے۔فرائیڈ کے نظریات کا بنیادی محور جنس ہے،اس کے پیش نظر یہ بات تھی کہ جنس کا تعلق صرف افزائش نسل سے ہی نہیں ہے بلکہ یہ انسانی زندگی اور اس کی جبلتوں کے حوالے سے بھی اہمیت کی حامل ہے۔یہی وجہ ہے کہ وہ انسانی زندگی پر جنس کے مثبت اور منفی اثرات کا مطالعہ کرتا ہے۔اس کے نظریات کے پس پردہ اس کی ذاتی زندگی کے تجربات ومشاہدات کا بہت گہرا عکس ہے۔چنانچہ اس نے فرد اور قوم کی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کا اسی نقطہ نظر سے مطالعہ کیا۔

جہاں تک ادبی نظریات کی پیش کش کا تعلق ہے تو ہر نظریہ مکمل صورت میں پیش ہونے سے قبل ایک مسلسل اور بتدریج ارتقائی عمل سے گزرتا ہے۔یہی معاملہ ادب میں کرداروں کے نفسیاتی عوامل کی پیش کش کا ہے۔اگرچہ بیسویں صدی کے نصف اول میں کرداروں کے نفسیاتی مطالعے کا آغاز ہو گیا تھا تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زندگی اور سماج کی ضرورتوں نے اسے پختگی سے ہمکنار کیا۔مجوزہ تحقیقی مقالے میں بانو قدسیہ کے افسانے "توجہ کی طالب" کا نفسیاتی مطالعہ کیا جائے گا۔

بانو قدسیہ اردو ادب میں ایک باشعور اور زیرک افسانہ نگار ہیں۔ان کے افسانوں میں انسانی زندگی کی باریکیوں اور الجھنوں کا اظہار بڑی صراحت سے ملتا ہے۔وہ فرد کے داخلی رویوں،نفسیاتی کیفیات اور

اندوزی کا پہلو بھی شامل ہوتا ہے۔اڈ کا تعلق جنس کے ساتھ بھی ہے، یہ کسی قانون کے تابع نہیں ہے اور انسان کی تمام طرح کی جبلتیں اس سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس تناظر میں اس کردار کا تجزیہ کیا جائے تو نصرت کے کردار کی بے خوفی اور کسی منطق کو خاطر میں نہ لانا در اصل اس کے لاشعوری محرکات کا اظہار ہے۔اسے اپنی ماں کی کسی نصیحت کا پاس نہیں ہے اور وہ مجید کی طرف سے بھی روا رکھے جانے والے کسی ردِ عمل کو خاطر میں نہیں لاتی۔در اصل وہ اپنی منہ زور جبلت کے ہاتھوں مجبور ہے اور اس کی یہی جذباتی ناآسودگی اسے ہر قسم کے خوف اور خطرے سے لا پرواکر دیتی ہے۔

اس کردار کی ذہنی کیفیات کو فرائیڈ کے "اصول حقیقت" اور "اصول حظ" کے تناظر میں بھی سمجھا جا سکتا ہے۔اصول حقیقت کا تعلق انا سے ہے جبکہ اصول حظ کا تعلق اڈ کے ساتھ ہے۔فرائیڈ کے نزدیک انسان ہر وقت حظ حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔تاہم جن لوگوں کی انا طاقتور ہوتی ہے وہ خود کو جلدی حظ سے نکال کر حقیقت کی طرف آجاتے ہیں اور فراریت پسندانہ رویوں سے بچ جاتے ہیں۔فرائیڈ اس بات کو اس طرح سے بیان کرتا ہے۔

”While the ego goes through its transformation from a pleasure ego into a reality ego, the sexual instincts undergo the changes that led them from their original autoerotism through various intermediate phases to object love in the service of procreation” (Sigmund, 1920, 52).

نصرت کے کردار کا اس تناظر میں تجزیہ کیا جائے تو اس کی شخصیت حظ کے حصول میں سرگرداں ہے۔اس کی اڈ اس کی شخصیت پر اس حد تک حاوی ہے کہ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مجید کی طرف ملتفت ہوتی ہے۔جس کے ردِ عمل میں مجید کا اندازِ بے اعتنائی اور تضحیک کا رویہ اسے مزید احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیتا ہے۔بعد ازاں سماجی رویوں کی تلخی سے بیزار ہو کر جب وہ خود کو اڈ کے جذباتی ہیجان سے نکال کر انا کی طرف لانے کی کوشش کرتی ہے تو فراریت پسندی کا شکار ہو جاتی ہے۔اب اس کے رویے میں ایک اور طرح کی بغاوت جنم لیتی ہے۔یہ فرار اس کو غیر صحت مند جذباتی انخلا کا راستہ دکھاتا ہے۔ایسے میں وہ لڑکیوں والے نازو انداز چھوڑ کر مردانہ قسم کے مشغلوں کی جانب راغب ہوتی ہے۔

"اب وہ گھر کا جوکر بن گئی تھی بڑے سائز کے مردانہ سلیپر پہنتی۔ سر پر اخبار کی ٹوپی، جسم پر کسی بھائی، بھتیجے کا کرتہ، کھڑی غرارے کر رہی ہے ٹرائی سائیکل چلا رہی ہے۔ثابت پیاز مٹھی مار کر توڑنے کے بعد چبا رہی ہے۔جہاں کہیں لڑکے بیٹھے ہوں وہاں ہائیڈروجن پر آکسیڈ پلیٹ میں ڈال کر بیٹھ جاتی اور پہروں بال براؤن کرنے میں گزار دیتی۔۔۔اس کی بد صورتی اور بد سلیقگی کی داستان دور دور تک جا پہنچی" (قدسیہ، 2011ء،19)۔

وہ عمر کے جس ہیجانی دور سے گزر رہی ہے اس میں اسے اپنی ہر خوشی اور غم کا اظہار کرنے کے لیے کسی مضبوط سہارے کی ضرورت ہے۔مجید سے التفات نہ صرف اس کی جبلی خواہشات کو تسکین دیتا ہے بلکہ اس کے بدن کی جذباتی ضرورتوں کو بھی پورا کرتا ہے۔"مجید کے ہاتھ میں کیا جادو تھا جہاں وہ ہاتھ رکھ دیتا زخم جاتا رہتا درد ختم ہو جاتا" (قدسیہ، 2011ء،18)۔

نفسیاتی حوالے سے دیکھا جائے تو انسان کی بھوک اور جنس کی جبلتیں تو پیدائش کے ساتھ ہی خلق ہو جاتی ہیں اور ان کا اظہار بھی بچہ دودھ پیتے ہوئے اپنے جسم کے مختلف حصوں کو حظ پہنچانے کی صورت میں کرتا ہے۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان کی جنس کی جبلت پر خارجی اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔یہ اثرات کہیں مثبت صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور کہیں ان کے منفی اثرات کا اظہار بھی ہوتا ہے۔معاشی و نجی زندگی کی ناآسودگیاں،گھریلو ماحول اور رشتے ناطے انسانی جبلت پر بالواسطہ اور بلاواسطہ طور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔افسانے میں نصرت کی ماں اور نصرت دونوں ہی ایسے کردار ہیں جو نجی زندگی کی ناہمواری اور رشتوں کی ناآسودگی کی وجہ سے شدید جذباتی خلا کا شکار ہیں۔نصرت اپنی جبلت کے آگے ہار مانتے مانتے تھک جاتی ہے تو پھر وہ اس جبلت سے فرار کا راستہ تلاش کرتی ہے۔

عفت افضل اس افسانے کے حوالے سے لکھتی ہیں۔

مصنفہ نے افسانے میں مرد اور عورت کی جسمانی ضرورتوں کو بھی جنسی نفسیات کے تناظر میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔عورت کی چاہت بے وقت کی چاہت ہے جو لمحاتی دائروں کی قید سے آزاد ہے۔جب کہ دوسری طرف مرد کی محبت لمحاتی التفات کی قائل ہے۔دونوں کی جنسی ضرورتوں کا یہ تفاوت ان کی جذباتی زندگی میں مسائل کو جنم دیتا ہے۔ان مسائل کا شکار عموماً عورت ہی ہوتی ہے کیونکہ ہمارے سماجی قوانین عورت کے جذباتی انحطاط کو سمجھنے کی بجائے اس پر بے جا قدغنیں لگا دیتے ہیں۔اس افسانے میں نصرت بھی اسی جذباتی کشمکش سے دوچار ہے۔وہ جس محبت کی خواہش مند ہے وہ اسے کسی بھی مرد سے نہیں مل پا رہی ہوتی نتیجتاً وہ خود ترسی اور خود اذیتی کا شکار ہو جاتی ہے۔

" ان ساری محبتوں سے صرف اتنا پتا چلا کہ مرد سے محبت کرنے کا صرف ایک ہی گُر ہے یہ ویسا ہی گُر ہے جو خالہ بلی نے شیر کو نہ سکھایا تھا یعنی کہ جب مرد موڈ میں ہو اختلاط چاہے تنہائی کا آرزومند ہو اس وقت عورت مکمل سپردگی کے ساتھ گھڑا بھر شہد اس کے سر پر انڈیل دے اس کے بعد گونگی ،بہری ،انجان لاتعلق بنی رہے"(قدسیہ، 2011ء،8)۔

افسانے میں مصنفہ نے نصرت کے کردار میں ایڈی پس کمپلیکس کو بھی بیان کرنے کو شش کی ہے۔فرائیڈ نے اس نقطہ نظر کو اس طرح سے بیان کیا ہے کہ لڑکا اپنی ماں کی طرف جنسی میلان رکھتا ہے،جبکہ لڑکی باپ کی جانب اس میلان کو محسوس کرتی ہے۔اگرچہ فرائیڈ کے مابعد نفسیات نے اس نکتہ نظر کو رد کر دیا تاہم اس کی عمومی صورتوں کا اظہار ادب میں آج بھی ہو رہا ہے۔اس افسانے میں نصرت کا اپنی ماں کی بجائے باپ کی طرف التفات اسی نفسیاتی نکتے کی طرف نشان دہی کرتا ہے۔ہر چند کہ گھریلو معاملات میں اس کے باپ کا رویہ بہت لاپروائی کا رہا ہے۔اس کے اسی رویے کی وجہ سے نصرت کی ماں نے اپنی ساری زندگی عدم اعتماد اور عدم تحفظ کے خوف میں گزار دی۔نصرت بچپن سے ان سب رویوں کی چشم دید گواہ رہی ہے۔اس کے باوجود اسے اپنی ماں سے کوئی ہمدردی نہیں۔ماں کی بیماری پر وہ اپنی ماں کا خیال محض

"اس افسانے میں بانو نے ہمارے معاشرے کی نوجوان لڑکیوں کے احساسات ،جذبات ،خیالات اور ذہنی و جذباتی کشمکش کا بڑی خوبصورتی سے احاطہ کیا ہے۔ایسے کردار اس وقت جنم لیتے ہیں جب ماں باپ کے درمیان ٹکراؤ،رنجش اور نفرت کا مقام آجاتا ہے۔مرد گھر سے باہر دوسری عورتوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ماں اپنے بے مصرف وجود کو دوسری غیر ضروری مصروفیات میں گم کرنے کی کوشش کرتی ہے" (عفت،2003،94)۔

دوسری طرف نصرت کی ماں کو بھی شوہر کی طرف سے جو توجہ ملنی چاہیے تھی وہ نہ مل پائی جس کی وجہ سے اس نے فرار کا راستہ اختیار کر لیا۔یہاں ماں اور بیٹی دونوں کے فراری رویوں کا تقابل کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ دونوں کے فرار کی وجہ ان کا اپنی اڈ سے دور بھاگنا ہے۔نصرت سماجی رویوں کی تلخی اور محبت میں مسلسل ناکامی کی وجہ سے اپنی جبلت سے فرار حاصل کرنا چاہتی ہے،جبکہ اس کی ماں کے فرار کا سبب شوہر کی سرد مہری اور عدم التفات ہے۔

نصرت کی ماں کا یہ فراری رویہ اس کی سپر ایگو کے حاوی ہوجانے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔سپر ایگو در اصل انسانی شخصیت میں موجود وہ اخلاقی شعور ہے جو اسے کوئی بھی غلطی کرنے پر احساسِ جرم میں مبتلا کرتا ہے۔یہی سپر ایگو جب متوازن حدود سے تجاوز کرتی ہے تو معاشرتی جبر انسانی شخصیت پر حاوی ہوجاتا ہے اور وہ دوسروں کی نظروں میں خود کو اچھا ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنے لگتا ہے۔تاہم ایسا کرتے ہوئے وہ اپنے شخصی اور ذاتی تقاضوں کو بھلا دیتا ہے۔

" اماں نے اس محبت سے دوست دشمن پر کمندیں ڈالنا شروع کر دیں۔اب سارے گھر میں اس کی شفقتوں،اس کی قربانیوں کے چرچے تھے۔سارے خاندان میں شاید ہی کوئی ایسا رشتہ دار باقی ہو جس پر عصمت بیگم کی پوری توجہ نہ پڑی ہو۔پلٹن بھر لڑکے اس گھر میں تعلیم حاصل کر کے رخصت ہوئے۔۔۔اکھڑے ہوئے رشتہ داروں نے یہاں بیٹھ کر گھر تعمیر کیے۔بزنس سدھ کیں"(قدسیہ، 2011ء،21-22)۔

دوسروں کی توجہ حاصل کرنے کی غرض سے رکھتی ہے۔ تاہم اس موقع پر اس کا اپنے باپ سے اظہارِ ہمدردی اور اس کی جانب ملتفت ہونا اس کی شخصیت میں موجود اوڈی پس کمپلیکس کو ظاہر کرتا ہے۔

"دروازے کے ساتھ اباجی گم سُم اس کے گریبان کی طرف دیکھ رہے تھے ان کی آنکھوں میں ایک آشنا سی چمک تھی، غم آشنا چمک! اس کے قریب آنے کی ڈری ڈری سی چمک۔ نصرت نے ایک چیخ ماری اور اپنا گریبان پھاڑ ڈالا۔ اور اباجی سے لپٹ گئی۔ اسے یوں لگا گویا کوئی صبح کا بھولا گھر آ گیا ہو" (قدسیہ، 2011ء، 38)۔

نصرت کے کردار کا احساسِ محرومی افسانے کی پوری فضا پر چھایا ہوا ہے۔ یہ احساس وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتا جاتا ہے۔ اسے بچپن سے یہ احساس دلایا گیا ہے کہ وہ باقی بہنوں کے مقابلے میں کم رو ہے، اس میں کوئی خوبی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اسے سارے خاندان میں کوئی پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتا۔ ان ساری کمیوں اور کمزوریوں کو اس کی محبتوں کی ناکامی نے مزید بڑھا دیا ہے۔ لیکن وہ اپنی محرومیوں اور کمزوریوں سے خائف نہیں ہے بلکہ ان کے خلاف لڑنے کا حوصلہ بھی رکھتی ہے۔ اسی لیے موقع ملتے ہی وہ اپنے احساسِ کمتری کو شکست دے کر اپنی کمزوریوں پر فتح حاصل کر لیتی ہے۔ یہاں ایڈلر کے تصور تلافی (Compensation) کے تناظر میں اس نکتے کو سمجھا جا سکتا ہے۔ اس تصور کو اس نے اس طرح سے بیان کیا ہے کہ بعض دفعہ انسان اپنی شخصیت میں موجود کمزوریوں، خامیوں اور ناکامیوں کو شعوری یا لاشعوری طور سے کسی دوسری صورت میں مکمل کرنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ نصرت بھی اپنی زندگی کی محرومیوں کی تلافی ایک خاص صورت حال کے درپیش آنے کی صورت میں کرتی ہے۔ اس کی ماں کی بیماری کا واقعہ اس کی کمیوں اور کمزوریوں کی تلافی کا بہانہ بنتا ہے۔ یہ وہ موقع ہے جب خاندان کا ہر فرد نصرت سے اس کی ماں کی پل پل کی صورت حال کے بارے میں پوچھتا ہے، ڈاکٹر بھی اسی کو ہر دوا اور ٹیسٹ کے حوالے سے معلومات دیتے ہیں۔ ایسے میں نصرت کو اپنی اہمیت کا احساس ہوتا ہے اور وہ ایک ہی دن میں احساسِ کمتری سے نجات حاصل کر کے خود اعتمادی کے ساتھ حالات اور رویوں کا مقابلہ کرنے لگتی ہے۔

"نصرت کا بی اے زنگ آلود ہو چکا تھا لیکن چوبیس گھنٹوں میں اس نے اپنے لہجے کو براسو کر کے خوب نکھار لیا تھا۔ اب جس وقت اباجی ڈاکٹروں کے سامنے شرماؤ سے بیٹھے رہتے نصرت انگریزی بولتی مشورے کرتی۔ ہر ڈاکٹر کے ساتھ دور تک برآمدوں میں چلی جاتی۔ ہر ہر بات میں جلد ہی نصرت نصرت ہونے لگی" (قدسیہ، 2011ء، 24)۔

بانو قدسیہ نے اس افسانے میں انسانی نفسیات کی ان گنت پرتوں کو کھول کر بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ افسانے کا مرکزی کردار نصرت ان تمام نفسیاتی کیفیات سے بالواسطہ اور بلاواسطہ طور پر دوچار ہے۔ ایک طرف اس کے والدین کی عدم مطابقت ہے جس کی وجہ سے اس کی ماں نے ساری زندگی خاندان کی خدمت گزاری میں بسر کر دی ہے۔ دوسری طرف اس کی اپنی شخصیت میں موجود کمیاں ہیں جن کو سماجی رویوں نے مزید ہوا دی ہے۔ چنانچہ نصرت اور اس کی ماں دونوں اپنے اپنے احساسِ محرومی سے تنگ آ کر فراریت پسندی کی طرف مائل ہیں۔ البتہ دونوں کی نفسیاتی جنگ کی نوعیت مختلف ہے۔

نصرت کے باپ کی عدم توجہی نصرت کی شخصیت پر الگ طرح سے اثر انداز ہوتی ہے۔ اس کا باپ اپنی غلطیوں کی وجہ سے احساسِ جرم سے دوچار ہے، لیکن نصرت اس کی کوتاہیوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے محض اس کی جذباتی قربت کی خواہش مند ہے۔ اس کی زندگی کا یہی جذباتی خلا اس کے جذباتی انحطاط کا باعث بنتا ہے۔ جب کہ دوسری طرف اس کی ماں اس عدم توجہی کا حل اپنی سپر ایگو کے غلبے کی صورت میں تلاش کرتی ہے۔ بحیثیت مجموعی بانو قدسیہ کا یہ افسانہ انسانی شخصیت میں جنم لینے والے احساس کمتری، سپر ایگو کی اجارہ داری اور اوڈی پس کمپلیکس جیسے نفسیاتی مسائل کا حقیقت پسندانہ اظہار ہے۔

References

Altaf. Fatima, (2008), Bano Qudsia: Shakhsiat Aur Shairy, Haider Abad: Insha Institution,

Naz. Aqleema, (2015), Qudsia: Ahwal o Asaar (PhD thesis), Islamabad: National University of Modern Languages

Sigmund Freud, (1920), *A General Selection from the Works of Sigmund Freud*, edited by John Rickman, p.52

Qudsia. Bano, (2011), Kuch Aur Nahin, Lahore: Sang-e-Meel Publication

Effat. Afzal, (2003), Bano Qudsia: Shakhsiat Aur Fun, Haider Abad: InSha Institution